USWA JOURNAL OF RESEARCH اُسوہ مجلہ تحقیق
Volume, 05, Issue: 02 (July- Dec 2025)
e-ISSN:2790-5535 p-ISSN:2958-0927
Website: https://uswa.com.pk/
2025@ By Dr.Farman Ali licensed under Attribution-Share Alike 4.0 International

ازدواجی زندگی کے اسلامی اصول: زوجین کے باہمی حقوق، ذمہ داریوں اور اخلاقی قدروں کا تحقیقی جائزہ

Islamic Principles of Marital Life: An Analytical Study of the Mutual Rights, Responsibilities, and Ethical Values of Spouses

Dr. Farman Ali
Assistant Prof. Department of Islamic History
Al-Mustafa International University, Qom Iran
Email: farman.shigari@gmailcom

Abstract:
Islam offers a comprehensive and divinely ordained system of life that governs not only individual behavior but also the collective, social, and familial structures of society. Grounded in the Qur'an and exemplified through the lived practice of Prophet Muhammad (PBUH), Islamic teachings establish a balanced social order based on justice, equity, and the natural distribution of responsibilities. Within this framework, woman occupies a position of dignity and honor. As a wife, she is entrusted with essential religious, ethical, and social duties, including lawful obedience to her husband, management of the household, and the moral and spiritual upbringing of children. These duties, however, function within a reciprocal framework of rights, wherein the wife is guaranteed fundamental entitlements such as financial maintenance, kind treatment, and the preservation of her dignity and personal honor, obligations that are binding upon the husband. This mutual balance forms the foundation of a stable marital relationship and contributes to the overall cohesion and prosperity of society. This research provides an analytical examination of the wife's marital role in light of the Qur'an, the Prophetic traditions, and the exemplary conduct of the Ahl ul -Bayt (AS). The study concludes that Islamic marital principles conceptualize marriage as a partnership rooted in spiritual harmony, mutual cooperation, and shared responsibility, thereby ensuring enduring family stability and broader social order.
keywords: Islam, Qur'an and Sunnah, Marital Responsibilities, Rights, Family Stability, Jurisprudential and Ethical System

مقدمہ

اسلامی نظامِ حیات کا بنیادی امتیاز یہ ہے کہ وہ انسان کی زندگی کے تمام گوشوں کو نہ صرف منظم کرتا ہے بلکہ انہیں ایک متوازن اور ہم آہنگ اخلاقی نظام کے ساتھ مربوط بھی کرتا ہے۔ انہی گوشوں میں سے سب سے زیادہ حساس، باریک اور ہمہ گیر پہلو ازدواجی

زندگی ہے، جو انسان کی شخصی، سماجی اور تہذیبی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ اسلام نے نکاح کو محض ایک سماجی معاہدہ یا حیاتیاتی ضرورت قرار نہیں دیا، بلکہ اسے نہایت مضبوط اور مقدس عہد کا نام دیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی تصورِ ازدواج کا مقصد صرف دو افراد کو ایک رشتے میں باندھنا نہیں بلکہ ان کے درمیان ایسی ہم آہنگ روحانی، اخلاقی اور سماجی فضا قائم کرنا ہے جس کے نتیجے میں ایک مضبوط اور صالح خاندان وجود میں آئے، جو بالآخر ایک صحت مند اور منظم معاشرے کا سنگِ بنیاد بن سکے۔

اسلامی نقطۂ نظر میں زوجین کا تعلق ایک تکمیلی رشتہ ہے نہ کہ برتری یا کمتری کی بنیاد پر قائم نظام۔ قرآنِ مجید نے مرد و عورت کو ایک دوسرے کا "لباس" قرار دیا، جو اس حقیقت کا عکاس ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے محرم راز، محافظ، سہارا اور سکون کا ذریعہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ازدواجی زندگی کی بنیاد سکون، مودّت اور رحمت جیسے لطیف اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ ان اصولوں کا مقصد محض قانونی ذمہ داریوں کی فہرست بنانا نہیں بلکہ انسان کی اندرونی دنیا، اس کے جذبات، عزتِ نفس، تحفظ، عفت، محبت اور روحانی ارتقا کو ایسی فضاؤں میں پروان چڑھانا ہے جہاں وہ اپنی حقیقی انسانی صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکے۔

اسی تناظر میں اسلام نے زوجین کے لیے نہایت منصفانہ اور متوازن حقوق و ذمہ داریاں مقرر کی ہیں۔ مرد کو اگر قوام بنایا ہے تو اس کی بنیاد طاقت یا غلبے پر نہیں بلکہ کفالت، ذمہ داری اور حفاظت کے اصول پر ہے۔ بیوی کے لیے اطاعت کا جو تصور پیش کیا گیا ہے وہ کسی جبر یا غلامی کا نتیجہ نہیں بلکہ نظامی ہم آہنگی، گھر کی وحدت اور ذمہ داری کی ترتیب کو برقرار رکھنے کا ذریعہ ہے۔ یوں دونوں کی ذمہ داریاں ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں، اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کی ضرورت، عزت اور وقار کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اسلام نے ازدواجی زندگی میں اخلاقی اقدار کو مرکزی حیثیت دی ہے، جیسا کہ عدل، شفقت، حلم، ایثار، صبر، حسنِ معاشرت، ایمانداری اور حسنِ نیت، کیونکہ قانون بغیر اخلاق کے محض خشک ضابطہ بن جاتا ہے۔ قرآن و سنت کی اس مجموعی تعلیم سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کامیاب اسلامی گھرانہ وہی ہے جس میں حقوق صرف مطالبات کی صورت میں نہ ہوں بلکہ انہیں محبت، ذمہ داری اور اخلاقی شعور کے ساتھ ادا کیا جائے۔ اس طرح شوہر و بیوی کا تعلق قانونی کم اور اخلاقی و روحانی زیادہ بن جاتا ہے، جس میں ہر فریق دوسرے کے سکون، عزت اور راحت کا ضامن بنتا ہے۔

اس تحقیقی مطالعے میں ازدواجی زندگی کے انہی اسلامی اصولوں کا علمی و تجزیاتی جائزہ لیا جائے گا۔ اس میں دیکھا جائے گا کہ قرآن و حدیث زوجین کے حقوق و ذمہ داریوں کو کس طرح بیان کرتے ہیں، فقہی مکاتبِ فکر ان احکام کی کیا تعبیر پیش کرتے ہیں، اسلامی عائلی ڈھانچہ ان اصولوں کو سماجی اور اخلاقی سطح پر کیسے نافذ کرتا ہے، اور عصرِ حاضر کے بدلتے ہوئے حالات میں ان تعلیمات کی عملی معنویت کیا ہے۔ یہ تحقیق اس بات کا بھی جائزہ لے گی کہ اسلامی اخلاقی نظام کس طرح ازدواجی تعلق کو "قانونی معاہدے" سے آگے بڑھا کر ایک ایسی روحانی و اخلاقی شراکت داری بناتا ہے، جو فرد، خاندان اور معاشرے کے توازن، استحکام اور

ترقی کے لیے ناگزیر ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً(سورۃالروم:21)

یہ تعلق محض ایک جسمانی یا قانونی معاہدہ نہیں بلکہ ایک روحانی اور فطری منصوبہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لیے سکون اور تکمیل کا ذریعہ بنایا گیا ہے [1]۔ رسول اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ ہمیں زوجین کے تعلقات کی عملی تعبیر فراہم کرتی ہے، جہاں عدل، شفقت، حیا اور قربانی کے اعلیٰ نمونے موجود ہیں۔[2]

اسلام میں ازدواجی تعلقات کی بنیاد نہ صرف محبت اور مودّت پر ہے بلکہ یہ ایک سماجی معاہدہ بھی ہے، جس میں دونوں فریقوں پر کچھ واضح فرائض اور واجبات عائد کیے گئے ہیں۔ اگر اس نظام میں کسی مرحلے پر خلل واقع ہو، جیسے کہ ناچاقی، نفرت یا بداعتمادی، تو اسلام ان کے حل کے لیے بھی واضح اصول اور اقدامات تجویز کرتا ہے، مثلاً ثالثی، مصالحت اور حتی الامکان طلاق سے گریز۔ معاشرے میں پائے جانے والے موجودہ خاندانی مسائل، جیسے طلاق کی شرح میں اضافہ، ازدواجی ذمہ داریوں سے فرار، اور خواتین یا مردوں کے ساتھ زیادتی، دراصل اسلامی تعلیمات سے دوری کا نتیجہ ہیں۔ یہ سب مظاہر اس امر کے متقاضی ہیں کہ ہم قرآن، حدیث اور سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں اپنے خاندانی نظام کو ازسرنو استوار کریں۔

اسلامی نقطۂ نظر سے میاں اور بیوی کے حقوق اور ان کے مقابل ضروری فرائض

اسلامی تعلیمات میں زوجین کے حقوق و فرائض ایک متوازن، ہم آہنگ اور فطری نظام کے تحت منظم ہیں۔ اسلام کے نزدیک نکاح محض ایک سماجی معاہدہ نہیں بلکہ ایک مقدس اور مضبوط عہد ہے، جو خاندان کی بنیاد رکھتا ہے اور جس کے نتیجے میں پورا معاشرہ توازن اور سکون پاتا ہے۔ اسلامی شریعت نے میاں اور بیوی دونوں کے لیے ایسے اصول متعین کیے ہیں جن کی پابندی سے نہ صرف گھر کا نظم قائم رہتا ہے بلکہ محبت، مودّت، رحمت اور باہمی اعتماد کی فضا بھی پروان چڑھتی ہے۔

زوجین کے باہمی حقوق و ذمہ داریوں کے اس اسلامی خاکے کو سمجھنے کے لیے ہم درج ذیل بنیادی مآخذ کا حوالہ لیں گے:

- قرآن کریم کی آیات اور ان کے تفسیری و فقہی معانی
- احادیث نبوی ﷺ اور معتبر شروح
- سیرتِ پاک ﷺ کی عملی مثالیں
- اسلامی فقہ و اخلاقیات میں خاندانی قوانین
- عصرِ حاضر کے تحقیقی مطالعے (مثلاً غاسم زادہ، 2025؛ واحد، 2025)

یہ تمام مآخذ ہمیں نظری اور عملی دونوں سطحوں پر یہ سمجھنے میں مدد دیں گے کہ اسلام زوجین کے تعلق کو کن اصولوں پر قائم دیکھنا چاہتا ہے، اور ان اصولوں کے ذریعہ کس طرح پائیدار، ذمہ دارانہ اور محبت آمیز ازدواجی زندگی تشکیل پاتی ہے۔

مفہومِ "حق" اور "حقوق" کا لغوی واصطلاحی تجزیہ

حق کا لغوی مفہوم: عربی زبان میں لفظ "حق " نہایت وسیع معنی رکھتا ہے۔ لغوی طور پر اس کے اندر صداقت، درستگی، عدل، بجا ہونے، واجب اور قابلِ استحقاق ہونے کے مفاہیم شامل ہیں۔[3]

"حق" ہر اس شے پر بولا جاتا ہے جو اپنی اصل میں ثابت، واضح، غیر متزلزل اور ناقابلِ انکار ہو۔ اس کے اندر ایک ایسی پختگی اور مستقل مزاجی پائی جاتی ہے جو اسے باطل کے ہر امکان سے محفوظ کرتی ہے۔

حق کا اصطلاحی مفہوم

اسلامی فلسفہ اور فقہ میں "حق" محض ملکیت یا دعویٰ نہیں، بلکہ وہ مستحکم اور اصولی حقیقت ہے جو عدل اور واقعہ کے عین مطابق ہو۔ راغب اصفہانی کے مطابق حق وہ امر ہے جس کی بنیاد سچائی اور حقیقت پر ہو، اور جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہ ہو (اصفھانی، 1332ھ)۔ تھانوی اس تعریف کو مزید مضبوط کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حق وہ امر ہے جو اتنا مستحکم ہو کہ باطل اس میں کوئی رخنہ نہ نکال سکے۔[4] اسی اصول پر زوجین کے حقوق بھی ایسے ہی قطعی اور مضبوط ہیں جو اللہ تعالیٰ نے غیر متبدل اصولوں کے ساتھ مقرر کیے ہیں۔

حقوق کا لغوی مفہوم

"حقوق"، "حق" کی جمع ہے، اور لغوی طور پر اس سے مراد استحقاق، ذمہ داریاں، فرائض یا وہ تمام امور ہیں جو کسی پر واجب کیے جائیں۔[5]

حقوق کا اصطلاحی مفہوم

فقہی و قانونی اصطلاح میں "حقوق" وہ اختیارات اور ذمہ داریاں ہیں جو کسی شخص کو شرعی، اخلاقی یا قانونی بنیاد پر حاصل ہوں۔[6] زوجین کے درمیان حقوق متقابل ہوتے ہیں؛ یعنی جو چیز ایک کا حق ہے وہی دوسرے کا فریضہ بنتی ہے۔ اس طرح ازدواجی زندگی میں محبت، وفاداری، عزت، کفالت، تعاون اور حسنِ سلوک جیسے امور ہر دو فریق کی ذمہ داری بنتے ہیں۔

اسلام سے پہلے عورت کا مقام

دینِ اسلام کے ظہور سے قبل دنیا کے بیشتر معاشروں میں عورت کی کوئی باقاعدہ حیثیت نہیں تھی۔ چاہے وہ ماں ہو، بیٹی ہو، بیوی ہو یا بہن، عورت کو ایک کم تر مخلوق سمجھا جاتا تھا۔ عرب جاہلیت میں بیٹی کو باعثِ عار سمجھ کر زندہ دفن کر دینا عام رواج تھا۔ بیوی کو محض ایک استعمال کی شے یا پاؤں کی جوتی کے برابر سمجھا جاتا تھا، نہ اس کی رائے کی کوئی قیمت تھی، نہ اس کی شخصیت کا کوئی احترام۔ اسلام وہ عظیم دین ہے جس نے عورت کو حقیقی عزت، مقام اور تحفظ عطا کیا۔ قرآنِ مجید نے عورت کے حقوق نہایت واضح اور مضبوط انداز میں بیان کیے، جس سے نہ صرف اس کی عفت و عصمت کا تحفظ ہوا بلکہ اسے معاشرتی درجہ بھی ملا[7]

اسلام واحد مذہب ہے جس نے ماں، بیوی، بہن اور بیٹی کے ہر کردار کو عظمت بخشی، اور اس کے حقوق کا تعین اس طرح کیا کہ اس کی عزت، وقار اور تحفظ ہر حال میں برقرار رہے۔

اسلام کی نگاہ میں تعلقِ زوجین کا صحیح تصور

ایک صالح اور متوازن تمدن کی بنیاد اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک مرد اور عورت کے باہمی تعلق کی نوعیت، ان کے حقوق کی حدود، اور ذمہ داریوں کی تقسیم عدل اور حکمت کے مطابق نہ ہو۔ انسان نے اپنی تاریخ میں اس مسئلے کو حل کرنے کی بارہا کوشش کی، مگر اکثر بے اعتدالی کا شکار رہا، کہیں عورت کو کنیز بنا دیا گیا اور کہیں اسے بے مہار آزادی دے کر خاندانی نظام کو نقصان پہنچایا گیا۔ اسلام نے اس پیچیدہ مسئلے کو نہایت حکیمانہ اعتدال کے ساتھ حل کیا۔ یہاں مرد اور عورت کے درمیان تکمیلی کردار تقسیم کیا گیا، نہ برتری کی بنیاد پر اور نہ کم تری کی بنیاد پر۔ اس توازن کے ساتھ خاندان کے اندر مراتب اور ذمہ داریاں مقرر کی گئیں، تاکہ نہ ظلم ہو اور نہ انتشار پیدا ہو[8]

اسلام کی نظر میں انسانی تمدن کی بنیاد

انسانی معاشرے کے بنیادی رشتوں میں سے ایک میاں بیوی کا رشتہ ہے۔ یہی رشتہ انسانی تمدن کی بنیاد ہے، اور اسی تعلق کو قرآن نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں شمار کیا ہے:

"وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً (الروم: ۲۱)

یہ آیت اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ زوجیت صرف شہوانی خواہش کا رشتہ نہیں بلکہ روحوں کے اتصال، باہمی سکون، محبت اور دائمی انس کا تعلق ہے۔ مرد اور عورت ایک دوسرے کے رازدار، رفیقِ کار، اور شریکِ رنج و راحت ہیں۔ قرآن نے اس تعلق کو لباس سے تشبیہ دی ہے، جو قربت، تحفظ، پردہ اور دائمی وابستگی کی علامت ہے۔[۹]

لفظ "لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا "میں یہ حقیقت مضمر ہے کہ عورت مرد کے لیے سکون، راحت اور قلبی اطمینان کا ذریعہ ہے۔ یہی تعلق انسانی تمدن کے قیام اور خاندان کی مضبوطی کا سنگِ بنیاد ہے۔

حقوقِ زوجین

اسلامی خاندانی نظام میں بعض حقوق ایسے ہیں جو میاں اور بیوی دونوں کے لیے یکساں طور پر واجب قرار دیے گئے ہیں۔ یہ حقوق صرف عملی تقاضے نہیں بلکہ ایک گہرے اخلاقی و روحانی فلسفے پر مبنی ہیں، جو ازدواجی زندگی کے توازن، ہم آہنگی اور استحکام کی ضمانت فراہم کرتے ہیں۔ اسلام اس تعلق کو محض سماجی معاہدہ نہیں سمجھتا بلکہ اسے ایک باہمی اخلاقی شراکت (moral partnership) قرار دیتا ہے، جس میں دونوں فریق ایک دوسرے کی روحانی، اخلاقی اور جذباتی تکمیل کے ضامن ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں چار بنیادی مشترکہ حقوق نہایت اہمیت کے حامل ہیں:

ا۔ مشترکہ فرائض

نیکی کی ترغیب اور برائی سے باز رکھنا

اسلام میں زوجین کا تعلق صرف جسمانی یا جذباتی نہیں بلکہ ایک دوسرے کی روحانی وابستگی اور اخلاقی ارتقا سے بھی جڑا ہوا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے": قُوا اَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (التحریم:6)

یہ آیت اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے محاسب اور مصلح شریکِ حیات ہوتے ہیں۔ فلسفیانہ نقطۂ نظر سے یہ باہمی اخلاقی نگرانی (mutual moral supervision) ازدواجی زندگی کو محض دنیاوی رشتے سے بلند کر کے ایک اخلاقی اتحاد میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اس ذمہ داری کا مقصد خاندان کے اندر ایک ایسی *ethical culture* کو فروغ دینا ہے جو آنے والی نسلوں کی فکری و دینی تشکیل کا باعث بنے۔

حسنِ معاشرت

قرآن کا حکم ہے:"وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ "(النساء:19) یہ حکم محض حسنِ سلوک تک محدود نہیں بلکہ معروف کا مفہوم عدل، شفقت، احترام، اور جامع اخلاقی حسنِ سلوک پر محیط ہے۔ فلسفیانہ اعتبار سے یہ اصول ازدواجی تعلق کو ethical coexistence کی بنیاد فراہم کرتا ہے، یعنی میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے خیر اور بھلائی کا ذریعہ ہوں۔ تحقیقی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو حسنِ معاشرت خاندانی نظام کا سب سے بنیادی اصول ہے، جس کے بغیر ازدواجی رشتہ ایک طاقت کے عدم توازن والے ڈھانچے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

محبت اور مودّت

قرآن میں فرمایا گیا:"وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً "(الروم:21) اس آیت میں مودّت اور رحمت کو ازدواجی تعلق کے الٰہی عناصر کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ تحقیقی اور فلسفیانہ لحاظ سے محبت محض جذباتی وابستگی نہیں بلکہ ایک sacred

emotional bond ہے جو باہمی ایثار، تحمل، قربانی اور وفاداری کو جنم دیتا ہے۔ یہی محبت اولاد کی صحت مند تربیت، خاندان کی نفسیاتی فضا کی پاکیزگی، اور معاشرے کے سماجی استحکام کا بنیادی ستون بنتی ہے۔

ایذاءرسانی سے اجتناب

اسلام نے ہر قسم کی جسمانی، ذہنی یا جذباتی اذیت کو سختی سے منع کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: "لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ 10" یہ اصول اسلامی اخلاقیات کی روح ہے، جس کے مطابق کسی کو نقصان پہنچانا یا کسی سے نقصان اٹھانا دونوں ممنوع ہیں۔ فلسفیانہ تجزیے کے مطابق یہ اصول ازدواجی رشتے میں انسانی وقار کے تحفظ کی گارنٹی دیتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ شادی کا رشتہ طاقت، جبر یا جذباتی استحصال پر نہیں بلکہ باہمی احترام، تحفظ اور رحمت پر قائم ہونا چاہیے۔

۲۔ مرد کے فرائض

اسلام میں نکاح محض ایک سماجی معاہدہ نہیں بلکہ میثاقِ غلیظ ہے؛ ایسا عہدِ محکم جس کے ذریعے دو فرد صرف ساتھ رہنے کا وعدہ نہیں کرتے بلکہ ایک دوسرے کی وجودی تکمیل اور روحانی ارتقا کے شریک بن جاتے ہیں۔ قرآن میں زوجین کے باہمی تعلق کو سکون، مودّت اور رحمت کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ازدواجی رشتہ صرف حقوق و ذمہ داریوں کا قانونی مجموعہ نہیں، بلکہ معنویت، مقصد اور اخلاقی ارتقا کا ایک نظام بھی ہے۔

اسی وژن کے تحت اسلام نے مرد اور عورت دونوں کو خاندانی نظام میں ایک دوسرے کا تکمیلی شریک قرار دیا ہے: نہ مرد مطلق حاکم ہے، اور نہ عورت محض محکوم، بلکہ دونوں ایک ایسے سانچے میں پروئے گئے ہیں جہاں ہر ایک کی قوت دوسرے کی کمزوری کا سہارا بنتی ہے، اور دونوں مل کر "خاندان" کی اجتماعی شخصیت کو تشکیل دیتے ہیں۔ اسلامی قانون کے تحت ازدواجی زندگی کا جو نظام مقرر کیا گیا ہے، اس میں مرد کو قوّام) نگران و ذمہ دار فریق) کی حیثیت حاصل ہے۔ اس منصبِ قوّامیت کے تقاضے کے طور پر اس پر متعدد شرعی و اخلاقی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، جو ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:

مہر:

مہر ایک شرعی و فقہی اصطلاح ہے، جو نکاح کے وقت مرد کی جانب سے عورت کے لیے بطور حقِ زوجیت مخصوص کی جاتی ہے۔ مہر کی ادائیگی بیوی کا شرعی حق اور شوہر پر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً" (النساء: ٤) اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو۔

نکاح کے وقت فریقین کے مابین مہر کے متعلق جو معاہدہ طے پا جائے، اس کی تکمیل شرعاً مرد پر لازم ہے۔ اگر شوہر اس طے شدہ مہر کی ادائیگی سے انکار کرے تو عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کے لیے روک لے اور ازدواجی حقوق کی ادائیگی

معطل کر دے۔ یہ ایسی مالی ذمہ داری ہے جس سے شوہر اس وقت تک سبکدوش نہیں ہو سکتا جب تک بیوی از راہِ احسان یا تو ادائیگی کے لیے مہلت نہ دے، یا شوہر کی مالی تنگ دستی کو ملحوظ رکھتے ہوئے خوش دلی سے معاف نہ کرے، یا اپنے حق سے رضا و رغبت کے ساتھ دستبردار نہ ہو۔[11]

نفقہ اور ضروریاتِ زندگی کی فراہمی

نان و نفقہ سے مراد بیوی کی خوراک، لباس اور دیگر ضروریاتِ زندگی کی فراہمی ہے، جو شرعاً شوہر پر واجب ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"فَعَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ" عورتوں کے لیے خوراک اور لباس (معروف کے مطابق) تم پر لازم ہے[12]

اسلامی قانون نے شوہر اور بیوی کے دائرۂ عمل کو واضح طور پر تقسیم کیا ہے: بیوی کا بنیادی دائرہ عمل خانگی زندگی اور گھریلو ذمہ داریوں کی انجام دہی ہے، اور مرد کی بنیادی ذمہ داری کسبِ معاش اور اپنے اہلِ خانہ کے لیے ضروریاتِ زندگی کی فراہمی ہے[13]

فقہائے اسلام کے نزدیک نان و نفقہ سے مراد بیوی کے تمام ضروری اخراجات ہیں، اور اس پر اجماعی موقف ہے کہ جب تک بیوی نکاح کے تحت شوہر کے عقد و اختیار میں ہے اور وہ اس کے حقوق کی پابند ہے، اس وقت تک اس کے اخراجات شوہر پر واجب ہیں۔ اگر بیوی شوہر سے شرعاً جدا ہو جائے (مثلاً بائن طلاق وغیرہ)، تو ایسی صورت میں نفقہ کی ذمہ داری برقرار نہیں رہتی، سوائے مخصوص فقہی استثنائی صورتوں کے۔ نفقہ کی حکمت یہ ہے کہ عقدِ نکاح کے ذریعے بیوی شوہر کے زیرِ کفالت اور اس کی شرعی ولایت و اختیار کے دائرے میں آجاتی ہے، یہاں تک کہ بیوی کا شوہر کی اجازت کے بغیر محض کسبِ معاش کے لیے گھر سے باہر نکلنا بھی درست نہیں قرار دیا گیا۔ لہٰذا شوہر پر واجب ہے کہ وہ اپنی مالی استطاعت کے مطابق بیوی کے اخراجات برداشت کرے، خواہ بیوی خود مالی اعتبار سے خوش حال یا مالدار ہی کیوں نہ ہو۔[14]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا : بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب وہ خود کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے، چہرے پر نہ مارے، اسے گالی نہ دے اور اگر علیحدگی کی نوبت آئے تو اپنے گھر کے علاوہ کسی اور جگہ الگ نہ کرے"[15]

ظلم و زیادتی سے اجتناب

قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ میں متعدد مقامات پر مرد کو عورت پر ظلم، زیادتی، ایذا رسانی اور دل آزاری سے سختی سے منع کیا گیا ہے، اور اس کے برعکس نرمی، شفقت، حسنِ سلوک اور بہتر معاشرت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔[16]

چونکہ شوہر اور بیوی ایک طویل مدت تک باہمی رفاقت کی زندگی گزارتے ہیں، اس لیے ازدواجی رشتے میں حق تلفی، زیادتی، تحقیر اور دل آزاری کے امکانات بھی بڑھ جاتے ہیں۔ اسی لیے نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا تاکید فرمائی کہ: بیوی کے حقوق ادا کیے جائیں، اس کے نان و نفقہ کی ذمہ داری پوری کی جائے، مار پیٹ اور تشدد سے مکمل اجتناب کیا جائے، اسے عزت و تکریم دی جائے، اس کی تحقیر و توہین سے بچا جائے، اور دیگر لوگوں کے مقابلے میں بیوی کے ساتھ بہترین سلوک کیا جائے۔

حدیثِ نبوی ہے: "تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے اہل (خصوصاً بیویوں اور بیٹیوں) کے حق میں بہتر ہو"[17] لہٰذا مرد پر لازم ہے کہ اسے جو ترجیحی حقوق اور گھریلو اختیارات دیے گئے ہیں، انہیں عدل و انصاف کے ساتھ استعمال کرے، نہ کہ ظلم و استبداد کا ذریعہ بنائے۔

گھریلو امور میں بیوی کی مدد

گھر کے کام کاج میں بیوی کے ساتھ تعاون اور شرکت بھی مرد کے اخلاقی فرائض میں شامل ہے۔ حضرت اسود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "آپ گھر کے کام کاج میں مصروف رہتے، اور جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے"[18]۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھریلو زندگی میں بھرپور حصہ لیتے تھے، محض ایک حاکمانہ یا مالکانہ انداز اختیار نہیں کرتے تھے، بلکہ: بکری کا دودھ خود دوہ لیتے، اپنی جوتی خود ٹھیک کر لیتے، اور جب اذان یا وقتِ نماز ہوتا تو مسجد تشریف لے جاتے۔[19]

یہ سیرتِ نبوی اس بات کا عملی نمونہ ہے کہ مرد پر لازم ہے کہ وہ گھریلو نظام کو صرف عورت پر بوجھ نہ بنائے بلکہ اپنی استطاعت کے مطابق بیوی کا دست و بازو بنے۔

رہائش کی فراہمی

بیوی کے لیے مناسب رہائش فراہم کرنا بھی شوہر کی شرعی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ یہاں "مکان" سے مراد لازماً علیحدہ مستقل گھر نہیں بلکہ ایسا الگ کمرہ یا حصہ بھی ہے جس میں عورت کو مناسب حد تک اختیار، پردہ اور نجی فضا حاصل ہو اور غیر ضروری مداخلت سے محفوظ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ" (الطلاق: ٦)

ترجمہ کنزالایمان: "عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر، اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو"۔

فقہائے کرام کے نزدیک نفقہ کی تعریف میں رہائش بھی شامل ہے، جو اس کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔

3۔ عورت کے فرائض

عورت پر بھی لازم ہے کہ وہ شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کے بعد بیوی پر سب سے بڑا حق شوہر کا ہے، حتیٰ کہ والدین کے حق سے بھی بڑھ کر۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: "ایُّ النَّاسِ اَعْظَمُ حَقًّا عَلَى الْمَرْأَةِ؟" یعنی عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "زوجها" یعنی اس کے شوہر کا۔[20]

تحفظِ عزت وناموس

جو عورت شوہر کے نکاح میں ہے، اس کے لیے شرعاً حرام ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر بلا ضرورت گھر سے باہر نکلے، الا یہ کہ کوئی شرعی و حقیقی ضرورت ہو، یا گھر میں قیام اس کے لیے شدید حرج، اذیت یا عدمِ تحفظ کا سبب بن رہا ہو، یا رہائش اس کی مناسب عزت وشان کے خلاف ہو۔ بیوی پر لازم ہے کہ وہ شوہر کی جائز جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے خود کو اس کے اختیار میں رکھے، بلا شرعی عذر ہم بستری سے انکار نہ کرے۔ قرآن مجید نے مرد کے حق کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: "فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ" (النساء: 34)

جو نیک عورتیں ہیں وہ اطاعت گزار ہوتی ہیں اور غیب کی حفاظت کرنے والی ہیں، اللہ کی حفاظت کے سبب۔

"حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ" سے مراد یہ ہے کہ عورت شوہر کی غیر موجودگی میں ہر اُس چیز کی حفاظت کرے جو شوہر سے متعلق ہو اور بطور امانت اس کے پاس ہے، مثلاً: نسب اور نسل کی حفاظت، شوہر کے نطفے اور ازدواجی عفت کی حفاظت، شوہر کی عزت وآبرو کا تحفظ، اس کے مال کی حفاظت، اور اس کے رازوں کی نگہداشت۔[21]

شوہر کے حقوق میں یہ بھی شامل ہے کہ بیوی اس کی جائز امور میں اطاعت وفرمانبرداری کرے، اس کی غیر موجودگی میں اس کے مال، گھر اور عزت کی محافظ ہو، اور اس کے حکم کی بجا آوری کرے جب تک وہ خلافِ شریعت نہ ہو۔ اطاعت وفرمانبرداری۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ما استفاد المؤمن بعد تقوى الله خيرًا له من زوجة صالحة، إن أمرها أطاعته، وإن نظر إليها سرّته، وإن أقسم عليها أبرّته، وإن غاب عنها نصحته في نفسها وماله"[۲۲]

یعنی مومن کو تقوائے الٰہی کے بعد سب سے بہتر چیز جو نصیب ہو سکتی ہے وہ نیک بیوی ہے؛ جب شوہر اسے کوئی کام کہے تو وہ اطاعت کرے، جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو خوش ہو جائے، جب وہ کسی بات پر قسم کھائے تو وہ اس کی قسم پوری کرے، اور جب وہ شوہر کی غیر موجودگی میں ہو تو اس کے نفس اور اس کے مال کے بارے میں خیر خواہی سے کام لے۔

بیوی پر شوہر کا یہ حق بھی ہے کہ: وہ خوش اخلاق، خدمت گزار، محبت و مودت کا مظہر، پاکیزگی اور نظافت کی پابند ہو، اور گھر میں شوہر کے سامنے ایسی زینت و آرائش اختیار کرے کہ شوہر کو اسے دیکھ کر قلبی سکون، مسرت اور اطمینان حاصل ہو۔

امانت داری

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "فَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ حَقٌّ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ حَقٌّ، وَمِنْ حَقِّكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُونَ، وَلَا يَعْصِينَكُمْ فِي مَعْرُوفٍ، فَإِذَا فَعَلْنَ ذَلِكَ فَلَهُنَّ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَلَا تَضْرِبُوهُنَّ"[23]

لوگو! تمہارے تمہاری عورتوں پر کچھ حقوق ہیں اور عورتوں کے تم پر کچھ حقوق ہیں۔ تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر ایسے لوگوں کو نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو، اور معروف کے دائرے میں تمہاری نافرمانی نہ کریں۔ اور جب وہ ایسا کریں تو ان پر تمہاری طرف سے مناسب نفقہ اور لباس لازم ہے، اور تمہیں یہ حق نہیں کہ ان پر ظلم و تعدی کرو یا بے جا مار پیٹ کرو۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ شوہر اور بیوی کے حقوق متقابل اور متوازن ہیں، یک طرفہ نہیں۔

غسل، توبہ اور شوہر کی ناراضی:

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو عورت اس حال میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو، تو اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک شوہر راضی نہ ہو۔[24]

اسی طرح یہ بھی روایت ہے کہ جو عورت اپنے شوہر کے علاوہ کسی غیر محرم کو خوش کرنے کے لیے خوشبو لگا کر نکلے، وہ جب تک سچی توبہ نہ کرے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ان روایات کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ شوہر کے حق کی پامالی، اس کی دل آزاری اور اس کے حقوق میں کوتاہی دینی و اخلاقی اعتبار سے انتہائی سنگین معاملہ ہے۔ تاہم ساتھ ہی یہ بھی ذہن میں رہے کہ شوہر بھی بیوی کے حقوق کا مکلف ہے، اور دونوں کے حقوق متقابل ہیں، نہ کہ یک طرفہ مطالبات کا سلسلہ۔

شوہر کی اطاعت اور مغفرت

خداوندِ کریم نے فرمانبردار عورت کے لیے نہ صرف دنیا میں سکونِ قلب، عزتِ نفس اور خانگی سکون کو اجر قرار دیا ہے بلکہ آخرت میں اس کے لیے مغفرت اور بخشش کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: ایک انصاری صحابی نے سفر پر جاتے وقت اپنی بیوی کو تاکید کی کہ جب تک میں واپس نہ آؤں تم گھر سے باہر نہ نکلنا۔ ادھر عورت کے والد بیمار ہو گئے۔ اس

نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اگر اجازت ہو تو اپنے بیمار باپ کی عیادت کے لیے جا سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، اپنے گھر میں رہو اور اپنے شوہر کی اطاعت کرو"۔ پھر جب اس کے والد کا انتقال ہو گیا تو اس نے پھر جنازے میں شرکت کی اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: "نہیں، اپنے گھر میں رہو اور اپنے شوہر کی اطاعت کرو"۔ بعد ازاں جب میت دفن ہو گئی تو نبی کریم ﷺ نے اس عورت کو یہ پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شوہر کی اطاعت کی وجہ سے تمہیں اور تمہارے باپ دونوں کو بخش دیا ہے"۲۵

یہ روایت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ شوہر کی جائز حدود میں اطاعت بہت بڑے اجر و ثواب اور مغفرت کا ذریعہ بن سکتی ہے، جب کہ اس میں ظلم یا گناہ شامل نہ ہو۔

شوہر کے لیے آرام و سکون کی فراہمی

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیوی کے لیے خانگی ذمہ داریوں کا دائرہ واضح کرتے ہوئے فرمایا": حقّ الرجل على المرأة إنارة السراج، وإصلاح الطعام، وأن تستقبله عند باب بيتها فترحب به، وأن تقدّم إليه الطست والمنديل، وأن لا تمنعه نفسها إلا من علّة"[26]

شوہر کا بیوی پر یہ حق ہے کہ وہ گھر کا نظام اس طرح چلائے کہ شوہر کو آرام و سکون حاصل ہو، کھانا مناسب طور پر تیار کرے، جب شوہر گھر آئے تو دروازے پر استقبال کرے اور خوش آمدید کہے، اس کے لیے پانی، تولیہ وغیرہ کا اہتمام کرے، اور بلا شرعی عذر شوہر کی جنسی ضرورت سے پہلو تہی نہ کرے۔ یہ سب امور اگرچہ بہت سے فقہی مکاتب میں "اخلاقی و عرفی ذمہ داریوں" میں شمار کیے جاتے ہیں، لیکن ان کی رعایت سے ازدواجی زندگی میں محبت، الفت اور دوامِ سکون پیدا ہوتا ہے۔

شوہر کی رضامندی کا اہتمام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"أَيُّمَا امْرَأَةٍ آذَتْ زَوْجَهَا بِلِسَانِهَا لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ مِنْهَا صَرْفًا وَلَا عَدْلاً وَلَا حَسَنَةً مِنْ عَمَلِهَا حَتَّى تُرْضِيَهُ"۲۷ یعنی جو عورت اپنی زبان کے ذریعے اپنے شوہر کو اذیت پہنچاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے نوافل، صدقات اور نیکیوں کو اس وقت تک قبول نہیں فرماتا جب تک وہ شوہر کو راضی نہ کر لے۔ اس روایت میں شوہر کی دل آزاری اور بدزبانی سے شدید اجتناب کی تاکید کی گئی ہے۔

شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا

عورت پر لازم ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے جد امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج کی رات ایک جماعتِ عورتوں کو سخت عذاب میں مبتلا دیکھا، جن میں سے ایک گروہ اپنی زبانوں سے، اور ایک گروہ اپنے پیروں سے لٹکا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یعنی جو زبان سے لٹکائی گئی تھیں وہ اپنے شوہر کو زبان درازی سے اذیت دیتی تھیں، اور جو پیروں سے لٹکائی گئی تھیں وہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلا کرتی تھیں۔[28]

ایک اور روایت میں فرمایا:

"أَيُّمَا امْرَأَةٍ خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهَا بِغَيْرِ إِذْنِ زَوْجِهَا فَلَا نَفَقَةَ لَهَا حَتَّى تَرْجِعَ"[۲۹]

یعنی جو عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے، اس دوران اس کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں رہتا۔ ان روایات کا مقصد یہ ہے کہ عورت شوہر کی اجازت اور رضامندی کو اہم شرعی و اخلاقی معیار سمجھے، اور شوہر بھی مصلحت اور عدل کے ساتھ اجازت دینے یا نہ دینے کا فیصلہ کرے، نہ کہ ظلم و استبداد کا ذریعہ بنائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "وَلَوْ أَمَرْتُ أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا"[۳۰]

یعنی اگر غیر اللہ کے لیے سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اس سے مراد شوہر کی بڑی عظمتِ حق کو بیان کرنا ہے، نہ کہ واقعی حکمِ سجدہ۔

گھر کے اندرونی نظام کی نگرانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد پر نگراں اور ذمہ دار ہے، اور اس سے اس گھر اور بچوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔[۳۱]

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کے مابین گھریلو ذمے داریوں کی تقسیم اس طرح فرمائی کہ: گھر کے اندرونی کام مثلاً آٹا پیسنا، جھاڑو دینا، کھانا پکانا وغیرہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کے ذمہ، اور باہر کے کام مثلاً بازار سے خریداری، پانی لانا، جانوروں کو پانی پلانا وغیرہ حضرت علی علیہ السلام کے ذمہ تھے۔[32] عرف و رواج کے مطابق گھر کا اندرونی نظام (کچن، برتن، چھوٹے موٹے ساز و سامان، کپڑوں کی دھلائی، گھر کی صفائی وغیرہ) بنیادی طور پر عورت کے دائرۂ عمل میں شامل کیے گئے ہیں، اور اسی حوالے سے اس سے سوال بھی ہوگا کہ اس نے اپنی ذمہ داری کیسے ادا کی۔

ساس اور سسر کی خدمت

ساس اور سسر کی خدمت فقہی طور پر عورت پر واجب نہیں، لیکن اخلاقاً اور شرعاً حسنِ سلوک کے تقاضے کے طور پر ان کی خدمت کی ترغیب دی گئی ہے۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام حضرت علی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے گھریلو معاملات میں مدد کرتی تھیں اور پانی لانے، آٹا گوندھنے اور چکی پیسنے جیسے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ حضرت علی علیہ السلام اپنی والدہ سے فرماتے تھے کہ فاطمہ نے آپ کو بہت سے گھریلو مشقتوں سے بے فکر کر دیا ہے۔[33] یہ طرزِ عمل ساس سسر کے ساتھ احسان، خدمت اور حسنِ سلوک کا عملی نمونہ ہے، اگرچہ فقہی طور پر اسے لازم قرار نہیں دیا گیا۔

نتیجہ

یہ مقالہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں زوجین کے حقوق و فرائض کا ایک جامع و منظم تجزیہ پیش کرتا ہے۔ اس تحقیق کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اسلام نے خاندانی نظام میں مرد اور عورت دونوں کے لیے متوازن اور متقابل دائرۂ عمل مقرر کیا ہے، جس میں ایک فریق کے حق کے مقابل دوسرے فریق کی ذمہ داری ہے۔ مرد کو قوّام (نگران و کفیل) کی حیثیت دی گئی ہے؛ چنانچہ اس پر مہر کی ادائیگی، نان و نفقہ (خوراک، لباس، رہائش)، ظلم سے اجتناب، حسنِ معاشرت، اور سیرتِ نبوی کی روشنی میں گھریلو معاملات میں تعاون کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

عورت کو گھر کے داخلی نظام اور بچوں کی تربیت کی نگہبان قرار دیا گیا ہے، اور اس پر شوہر کی جائز اطاعت، اس کی غیر موجودگی میں اس کی عزت، مال اور ناموس کا تحفظ، اور ازدواجی حقوق کی درست ادائیگی جیسے فرائض واجب کیے گئے ہیں۔ ازدواجی زندگی کا بنیادی اصول محبت، رحمت اور سکون ہے، اور دونوں فریقوں کو حسنِ سلوک، عفو و درگزر اور باہمی تعاون کی تاکید کی گئی ہے۔ احادیث میں شوہر کی اطاعت کو عورت کی دینی و اخلاقی فلاح بلکہ مغفرت و نجات کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، جبکہ شوہر کے لیے بھی ظلم و زیادتی سے باز رہنے اور بیوی کے ساتھ بہترین سلوک اختیار کرنے کو معیارِ خیر و فضیلت قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کا مجموعی مقصد یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان اعتدال، احترام اور باہمی تعاون کے ذریعے مضبوط خاندان اور صالح معاشرہ وجود میں آئے۔ زوجین کے ان متوازن حقوق و فرائض پر عمل پیرا ہو کر عصرِ حاضر کے بہت سے ازدواجی اور خاندانی مسائل کا حل ممکن ہے۔

حوالہ جات

1 سید قطب، فی ظلال القرآن، ص ۲۳۳، ج ۳، قاہرہ: دار الشروق، 2000ء

2 امام ابو حامد الغزالی، احیاء علوم الدین، کتاب، ص ۳۴۴ بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1998ء

3 جوہری، اسماعیل بن حماد۔ 1368ھ. (تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ۔ مصر: دار الکتب العربیہ۔

4 محمد اعلی بن علی تھانوی، کشاف اصطلاحات الفنون، ج ا، ص 329 (بیروت، دار صادر

5 علی اکبر دھخدا، لغت نامہ دھخدا، ص 914 ، ج 2، موسسہ چاپ وانتشارات دانشگاہ تھران، اشاعت دوم: 1377 ش

6 ناصر کاتوزیان، فلسفہ حقوق، (تھران، شرکت سھامی انتشار: 1377)

7 غازی، محمود احمد۔ (2008) محاضراتِ شریعت . بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

8 مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ص ۲۳۱، 1972

9 مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ص ۲۲، ج 3

10 ابن ماجہ، محمد بن یزید۔ (بے تاریخ) . سنن ابن ماجہ ح 1893

11 مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ص ۲۲، ج 3، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 1972)

12 محمد حسن طبرسی، مکارم الاخلاق ج 2، (الشریف الرضي- قم–ایران: 1370 ش)

13 مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ص ۲۲، ص 33

14 حسین انصاری، نظام خانوادہ در اسلام، انتشارات ام ابیھا، قم، چاپ ششم، 1367 ش: 369)

15 محمد بن یزید ابن ماجہ ص 409، حدیث: 1850 (سنن ابن ماجہ، مطبع صدیقی، لاہور، اشاعت اول: 1893 م)

16 مفتی محمد قاسم عطاری، آخر درست کیا ہے؟ اسلام اور محکوم طبقے قسط: 02 (ماہنامہ فیضان مدینہ جون 2023)

17 احمد بن حسین بیہقی، 1421ھ: 472

18 صحیح بخاری، کتاب الاذان، حدیث 676

19 صحیح ترمذی، ح 2489

20 حاکم نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، ج 4 (دار الکتب العلمیہ، بیروت: 167)

21 مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ص ۴۳۳، ج 3

22 ابن ماجہ، محمد بن یزید۔ (بے تاریخ) . سنن ابن ماجہ ح 1893 . دار الحدیث۔

23 محمد بن علی بن بابویہ، 1381 ش: 487)

24 محمد بن یعقوب کلینی ج 5: ۵۰۷ (لبنان/بیروت، منشورات الفجر، 1428،

25 محمد بن حسن شیخ حر عاملی، تَفْصِيلُ وَسَائِلِ الشيعةِ اِلی تَحْصِيل مسائِلِ الشَّرِيعَة، ج 174/20، (انتشارات آل البیت، قم ایران، ۱۴۱۴ق، مفهوماً

26 محمد حسن طبرسی، مکارم الاخلاق ج 2، 1370ھ: 19

27محمد بن حسن شیخ حر عاملی، تفَصیلُ وَسائلِ الشیعۃ اِلی تحَصیل مسائلِ الشَّریعۃ ج20:211(انتشارات آل البیت، قم ایران، ۱۴۱۴ق،
28محمد بن علی بن بابویہ (معروف بہ شیخ صدوق)،(کتابچی، ایران، اشاعت9:1381ش)ج9/2–11
29محمد بن یعقوب کلینی ج5:514(لبنان/بیروت، منشورات الفجر،1428ق)
30محمد بن حسن شیخ حر عاملی، تفَصیلُ وَسائلِ الشیعۃ اِلی تحَصیل مسائلِ الشَّریعۃ،20:225(انتشارات آل البیت، قم ایران، ۱۴۱۴ق ج
31 محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ج1،(مطبوعہ کراچی:264) ،ح5200
32عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ، مصنف ابن ابی شیبج8، ص157،(مکتبۃ الرشد-ریاض عربستان:2004م)، رد المحتار3/579
33ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج8:269